OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

خواتین مصنفین اور حوا کی کہانی: تانیثی، نسائی یا پدر سری

Women writers and story of Eve: Feminist, Feminine or Patriarchal

Dr. Ambreen Salahuddin

Assistant Professor, Department of Gender Studies, University of the Punjab, Lahore

Email: ambreen.dgs@pu.edu.pk

ORCID: 0000-0001-5717-5969

Abstract

This research paper discusses the retelling of the Qur'anic story of Adam and Eve by women writers to understand the form of women consciousness involved in the retelling of the story. This paper tries to explore different aspects of the Qur'anic narrative that have been used as symbols and metaphors by women writers. The fiction written by Pakistani women writers is included in this study. The study refers to the theoretical position of feminist theologians to ascertain the feminist form of women consciousness. It is concluded that the purely patriarchal interpretations are accepted and used in the retelling and there is no feminist position, critique or deconstruction seen.

Keywords: Adam, Eve, Hawwa, feminine, feminist, female, patriarchal, theology, feminist theology, women writers

تعارف

اس تحقیقی مقالے میں پاکستانی خواتین فکشن نگاروں کے کام میں آدم اور حوا کے قرآنی قصے کے حوالوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد یہ جاننا ہے کہ جب خواتین ناول نگاروں نے آدم اور حوا کے قرآنی قصے کو اپنے ناولوں میں بطور علامت یا استعارہ

استعمال کیا، تو کیا ان کا وہ استعمال تانیثی ہے، نسائی ہے یا پدر سری ہے [1]۔ یہاں آدم اور حوا کے قصے کے مختلف پہلوؤں کو دیکھا گیا ہے، جن میں حوا کی آدم کی پسلی سے تخلیق اور آدم اور حوا کا جنت سے نکلنا شامل ہے۔

اس تحقیق میں جن ناول نگاروں کے کام کا جائزہ لیا گیا ہے، ان میں بانو قدسیہ، جمیلہ ہاشمی اور خدیجہ مستور شامل ہیں۔ بانو قدسیہ 1928 میں پیدا ہوئیں اور ان کا انتقال 2017 میں ہوا۔ جمیلہ ہاشمی 1929 میں پیدا ہوئیں اور ان کا انتقال 1988 میں ہوا۔ خدیجہ مستور 1927 میں پیدا ہوئیں اور ان کا انتقال 1982 میں ہوا۔ اس لحاظ سے یہ تینوں اہم ناول نگار خواتین ہمعصر فکشن نگار تھیں اور ان تینوں نے ہی بہت اہم ناول لکھے۔

بانو قدسیہ پاکستانی اردو فکشن کے اہم ترین ناموں میں شامل ہیں۔ بانو قدسیہ کا سب سے معروف ناول راجہ گدھ ہے جو 1981 میں شائع ہوا۔ اس تحقیق میں البتہ ان کے دوسرے ناول حاصل گھاٹ کے حوالے استعمال کیے گئے ہیں، جو کہ 2004 میں شائع ہوا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری تحقیق کے موضوع کے حوالے سے، آدم اور حوا کی کہانی کے کئی پہلو اس ناول میں بطور علامت اور استعارہ موجود ہیں۔ بانو قدسیہ کے فکشن میں مذہبی استعارے اور علامتیں جابجا موجود ہیں، گو کہ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ان کے ہاں دیومالائی استعارے اور علامتیں زیادہ دکھائی دیتی ہیں۔ یہاں یہ پہلو اہم ہے کہ مذہبی علامتوں اور استعاروں کے بہت سے مباحث میں دیومالائی استعاروں، علامتوں، دیوتاؤں اور دیویوں کو شامل رکھا جاتا ہے، اور بہت سے مباحث میں مذہب کو دیومالا میں شامل سمجھا جاتا ہے۔

جمیلہ ہاشمی کا سب سے اہم ناول دشتِ سوس ہے۔ یہ 1983 میں شائع ہوا اور صوفیانہ طرزِ تحریر کا شاہکار ہے۔ اس ناول میں حسین بن منصور حلاج کے روحانی سفر کی روداد ہے۔ اس ناول میں بھی مذہبی اور صوفیانہ استعاروں اور علامتوں کا استعمال موجود ہے، اور یہ استعمال بھی ہر لحاظ سے پدر سری ہے۔ البتہ اس تحقیقی مقالے میں ان کے ایک دوسرے اہم ناول، تلاشِ بہاراں کے حوالے موجود ہیں، جو 1961 میں شائع ہوا۔ اس ناول پر جمیلہ ہاشمی کو آدم جی ادبی انعام بھی دیا گیا۔ اس ناول کا موضوع اس خطے کی عورت پر ہونے والا جبر ہے۔

خدیجہ مستور نے دو ناول لکھے، زمین اور آنگن۔ زمین 1984 میں شائع ہوا۔ آنگن 1962 میں منظرِ عام پر آیا۔ آنگن کو آدم جی ادبی انعام سے نوازا گیا۔ دونوں ناولوں کا موضوع تقسیمِ ہندوستان ہے۔ اور دونوں ناول اس خطے کی عورت کو درپیش جبر و استحصال کی داستان سناتے ہیں۔ ناول زمین میں بٹوارے میں عورت پر ہونے والے تشدد اور ظلم کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ اس تحقیق میں ان کے ناول آنگن کے حوالے شامل ہیں۔

ہمارے خطے کی عورت مصنف کو تحریر کی تاریخ میں اپنا نام درج کرنے کے لیے بہت محنت اور کوشش کرنا پڑی اور اس نے بہت سی رکاوٹوں کو عبور کیا۔ برِ صغیر پاک و ہند کی ادبی تاریخ کو دیکھیں تو معلوم پڑتا ہے کہ بہت شروع سے عورتوں کے اکا دکا نام موجود تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ بہت شروع میں عورتیں فرضی ناموں سے یا اپنے ناموں کے ابتدائی حروف سے لکھتی تھیں۔ مثال کے طور پر ایک بہت اہم شاعر زاہدہ خاتون شیروانیہ، جو 1894 میں پیدا ہوئیں اور 27 برس کی عمر میں 1922 میں ان کا

انتقال ہو گیا تھا، "ز۔خ۔ شین" کے نام سے لکھتی تھیں۔ قلم کو مرد اور سوئی کو عورت کا اوزار سمجھا جاتا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کا قلم اٹھانا، عورت پن کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ سو تاریخ میں مصنف عورتوں کی تعداد بھی کم ہے اور تذکرہ بھی کم ہے۔ ایک اور مسئلہ جو خواتین مصنفین کے حوالے سے سامنے آتا رہا ہے، وہ یہ الزام ہے کہ خواتین کے موضوعات محدود ہوتے ہیں، جن میں سرِ فہرست رومانوی کہانیاں اور عورتوں سے متعلق مسائل ہیں۔ جہاں تک رومانوی کہانیوں کا تعلق ہے، محبت دنیا کے بڑے ناولوں کا مرکزی موضوع ہے۔ جہاں تک عورتوں کے مسائل اور استحصال کا تعلق ہے، تو دنیا کی آدھی آبادی کے مسائل پر مردوں نے بھی قلم اٹھایا ہے۔ تاثر یہ ہے کہ عورتیں صرف ان موضوعات پر لکھتی ہیں۔ فلسفیانہ اور مابعد الطبعیاتی موضوعات، انسانی صورتحال، زندگی اور موت، جنگ اور زندگی کے حقائق پر مرد مصنف لکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عورتوں نے بھی ان موضوعات پر لکھا۔ جیسا کہ تقسیم کے موخوع پر دو بڑے اور اہم ناول عورتوں کے ہیں؛ قراۃ العین حیدر کا ناول آگ کا دریا اور خدیجہ مستور کا ناول آنگن۔ اسی طرح اس موضوع پر خواتین مصنفین نے بہت اہم اور شاندار افسانے لکھے، جن میں بانو قدسیہ، فرخندہ لودھی، حاجرہ مسرور اور خدیجہ مستور کے اہم افسانے شامل ہیں۔

ادبی نثر میں عام طور پر افسانہ، ناول، ناولٹ اور ڈرامہ شامل ہے۔ اس خطے میں، داستان، کہانی کی سب سے پہلی شکل تھی، جس کا آغاز فورٹ ولیم کالج کے زمانے میں ہوا[32]۔ اس زمانے میں تاریخی اہمیت کی حامل داستانیں لکھی گئیں۔ ان میں ملا وجہی کی "سب رس"، شاہ عالم ثانی کی "عجائب القصص"، حیدر بخش حیدری کی "طوطا کہانی"، رجب علی بیگ سرور کی "فسانہِ عجائب"، محمد حسین جاہ کی "طلسم ہوشربا"، مرزا حیدر اور رتن ناتھ آزاد کی الف لیلہ و لیلہ اور خلیل علی خان اشک کی داستانِ امیر حمزہ شامل ہیں[4]۔ داستان گوئی میں عورت مصنفین میں نذر سجاد حیدر، صغری ہمایوں مرزا، ظفر جہاں بیگم، فاطمہ بیگم، جمیلہ بیگم، محمدی بیگم، انیس فاطمہ اور طیبہ بیگم شامل ہیں۔

برصغیر میں ناول لکھنے کی تاریخ میں سب سے پہلا ناول نذیر احمد دہلوی کا ناول مراۃالعروس ہے جو 1869 میں شائع ہوا۔ مرزا سودا، شرر، پریم چند اور راشد الخیری کے نام اس زمانے میں ناول نگاری کے اہم نام تھے[5]۔ اس کے بعد افسانہ نگاری کا دور آتا ہے۔ علامہ راشد الخیری کا افسانہ "نصیر اور خدیجہ" 1903 میں شائع ہوا، جسے پہلا افسانہ قرار دیا جاتا ہے[6]۔ اس دور کے اہم افسانہ نگاروں میں پریم چند، سجاد حیدر یلدرم، کرشن چندر، اشک، منٹو، حجاب امتیاز علی، راجندر سنگھ بیدی اور عصمت چغتائی شامل ہیں۔ اس کے بعد بھی اردو نے بہت سے اہم اور بڑے افسانہ نگار دیکھے، ان میں غلام عباس، احمد ندیم قاسمی، بلونت سنگھ، مسز عبد القادر، خدیجہ مستور، حاجرہ مسرور، بانو قدسیہ، انتظار حسین، ممتاز شیریں، قراۃالعین حیدر اور اشفاق احمد وغیرہ شامل ہیں[7]۔

اس تحقیق خواتین ناول نگاروں سے متعلق ہے، تو یہ بات ذہن میں رکھنا بہت ضروری ہے کہ فکشن، خاص طور پر ناول نگاری میں عورتوں کا حصہ بہت زیادہ اور بہت اہم ہے[8]۔ چند اہم ناولوں کی بات کریں، تو عورتوں میں پہلا ناول، رشید النساء بیگم کا تھا جو "اصلاح النساء" کے عنوان سے 1881 میں شائع ہوا[9]۔ 1914 میں نذر سجاد حیدر کا ناول آہ و مظلوماں شائع ہوا، جسے اردو کا پہلا

ناول اس بنیاد پر قرار دیا جاتا ہے کہ اس میں ناول نگاری کی تمام لوازمات موجود تھیں[10]۔ محمدی بیگم نے بھی ناول لکھے۔ اکبری بیگم کا ناول "گودڑ کا لعل" 1907 میں شائع ہوا۔ حجاب امتیاز علی کا اہم ناول "میری ناتمام محبت" 1932 میں منظرِ عام پر آیا۔ عصمت چغتائی کا ناول "ٹیڑھی لکیر" 1944 میں، اور ان کا ایک اور اہم ناول "ضدی" 1941 میں شائع ہوا۔ قراۃالعین حیدر کا پہلا ناول "میرے بھی صنم خانے" 1949 میں شائع ہوا۔ ان کا سب سے اہم ناول "آگ کا دریا" 1959 میں شائع ہوا۔ الطاف فاطمہ کا ناول "دستک نہ دو" 1946 میں شائع ہوا۔ خدیجہ مستور کا معروف ناول آنگن 1962 میں، بانو قدسیہ کا راجہ گدھ 1981 اور جمیلہ ہاشمی کا ناول دشتِ سوس 1983 میں شائع ہوا تھا۔

خواتین مصنفین اور حوا کی کہانی

بانو قدسیہ اپنے ناول حاصل گھاٹ میں لکھتی ہیں، "میں کسی کو کیا بتاتا کہ بابا آدم جب اماں حوا کی بات مان چکے تو ان کے پاس جلا وطنی کے علاوہ کوئی چوائس نہ تھی!"[11]۔ اس ناول کا مرکزی کردار اپنی محبوبہ سے جب امریکہ میں ملا، تو اسے اس خود ساختہ جلا وطنی کو کاٹتے ہوئے 45 برس بیت چکے تھے۔ اسے اس کی محبوبہ نے ہی ملک سے باہر جانے کے لیے کہا تھا۔ یہاں بانو قدسیہ نے آدم اور حوا کی کہانی میں سے اس روایت کو علامت کے طور پر استعمال کیا ہے جس میں جنت سے نکالے جانے کی کل ذمہ داری حوا پر ڈالی جاتی ہے۔ یعنی کہ بانو قدسیہ نے اس علامت کے استعمال میں اس کی مکمل روح اور مفہوم کے ساتھ اسے دہرایا ہے، یعنی وہ اس واقعہ کے اس زاویے سے متفق ہیں۔ اسی طرح، جمیلہ ہاشمی لکھتی ہیں، "آخر خدا کسی اور طریق سے بھی دنیا بنا سکتا تھا۔ اسے حوا کو آدم کی پسلی سے نکال کر کیا ملا۔ دیکھتے ہو، دل کے قریب سے جو امانت نکلی، اس کا کیا حشر کر رہا ہے وہ؟[12] اسی طرح خدیجہ مستور کے ناول آنگن کا یہ اقتباس بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے،

> "اگر میں کسی اور سے محبت کروں تو آپ کہیئے گا۔"
>
> "سب جھوٹ۔ عورت مرد سے محبت کیے بغیر رہ ہی نہیں سکتی۔ روایت کے مطابق پیدا بھی مرد کی پسلی سے ہوئی ہے۔" جمیل بھیا جوش میں آ گئے۔
>
> "اچھا اب میں سمجھی۔"۔۔۔ وہ ایک دم ہنس پڑی۔۔۔ "یہ مرد اسی لیے تو عورت کو فریب دیتا ہے کہ اسے حضرت آدم کی پسلی کا درد یاد آتا ہوگا۔[13]"

اسلامی تانیثی مفکرین واقعہ کے اس پہلو کو مسلمانوں کی ایک پدر سری تشریح کہتی ہیں، جو کہ قرآنی متن میں سے نہیں بلکہ عیسائیت کے مذہبی متون سے اخذ شدہ ہے۔ ڈاکٹر رفعت حسن لکھتی ہیں،

> "The ordinary Muslim believes, as seriously as the ordinary Jew or Christian that Adam was Gods primary creation and that Eve was made from Adams rib. While, this myth is obviously rooted in the Yahwists account of creation in Genesis 2: 18 -

24, it has no basis whatever in the Quran which describes the creation of humanity in completely egalitarian terms. In the thirty or so passages pertaining to the subject of human creation, the Quran uses generic terms for humanity ("an-nas", "alinsān", "bashar") and there is no mention in it of Hawwa or Eve. The word "Adam" occurs twenty - five times in the Qur'an, but it is used in twenty-one cases as a symbol for self-conscious humanity. Here, it is pertinent to point out that the word "Adam" is a Hebrew word (from "adamah" meaning "the soil") and it functions generally as a collective noun referring to "the human" rather than to a male person. In the Qur'an, the word "Adam" (which Arabic borrowed from Hebrew) mostly does not refer to a particular human being. Rather, it refers to human beings in a particular way."[14]

یہاں اسلامی تانیثی مفکر، ڈاکٹر رفعت حسن کا موقف واضح طور پر سامنے آیا ہے کہ عام مسلمان، عیسائی اور یہودی، آدم کی پسلی سے حوا کی تخلیق کو، پدر سری سوچ کی وجہ سے حقیقت مانتے ہیں۔ دوسری بات جو ڈاکٹر رفعت حسن نے کی ہے، وہ یہ ہے کہ آدم لفظ کا استعمال کسی ایک مرد کی طرف اشارہ نہیں بلکہ انسان کی طرف اشارہ ہے۔ گو کہ عام طور پر آدم سے مراد حضرت آدم علیہ السلام، یعنی زمین پر بھیجے گئے پہلے انسان ہی ہیں۔ لفظ آدم کے بارے میں بہت سے دوسرے ماہرینِ علم الکلام نے بھی بحث کی ہے۔ مثال کے طور پر، علامہ اقبال لکھتے ہیں،

"Indeed, in the verses which deal with the origin of man as a living being, the Quran uses the words "Bashar" or "Insān", not "Adam" which it reserves for man in his capacity of God's vicegerent on earth. The purpose of the Qur'an is further secured by the omission of proper names mentioned in the Biblical narration -Adam and Eve. The term "Adam" is retained and used more as a concept than as a name of a

concrete human individual. The word is not without authority in the Qur'an itself'[15]

اس اقتباس میں علامہ اقبال نے آدم کو ایک ایسی اصطلاح قرار دیا ہے جو کہ ایک تصور ہے نہ کہ ایک واحد انسان کا نام۔ یہی خیال ڈاکٹر رفعت حسن نے پیش کیا۔ رفعت حسن کا کہنا ہے کہ قرآنی متن میں کہیں بھی جنت سے نکلنے کی ذمہ داری صرف حوا پر نہیں ڈالی گئی[16]۔ قرآنی متن میں آدم اور حوا کا قصہ تفصیل سے ان آیات میں ملتا ہے؛ سورۃ البقرہ کی آیات 30 تا 39، سورۃ الاعراف کی آیات 11 تا 27 اور سورۃ طٰہٰ کی آیات 115 تا 134۔ سورۃ طہ کی آیت 117 میں لکھا ہے، " فَقُلْنَا يَآدَمُ إِنَّ هَٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَىٰ "، یعنی "پھر ہم نے کہا، اے آدم بے شک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے، سو تمھیں جنت سے نہ نکلوا سے کہ پھر تو تکلیف میں پڑ جائے"۔ یہاں خطاب حضرت آدم سے ہے اور دونوں کا ذکر موجود ہے، جیسا کہ اس واقعہ سے متعلق تمام آیات سے بھی ظاہر ہے۔

قصے کے اس پہلو، یعنی جنت سے نکلنے کے بارے میں، بانو قدسیہ نے کچھ اس طرح سے علامتی انداز میں بھی لکھا ہے، "شدودھن کی خود ساختہ جنت سے بدھا کا دل اچاٹ ہو گیا۔ حضرت آدم کی کہانی ایک بار پھر دوہرائی گئی اور ایک رات سدھارتھ انتیس برس کی عمر میں رانی یشودھرا اور اپنے بیٹے کے پہلو سے نکلا اور جنت کی خوشیوں سے دبے پاؤں غم سے بوجھل زندگی کی تلاش میں نکلا۔[17]" یعنی بدھا کے بن باس اور آدم کے خلد سے نکلنے کو یہاں ایک انداز میں دیکھا گیا ہے۔ اسی طرح جمیلہ ہاشمی نے ایک جگہ قلوپطرہ اور حوا کی کہانی کو ایک ہی رخ سے دیکھا ہے، لکھتی ہیں، "سانپ اور عورت دونوں کا ساتھ کتنا پرانا ہے۔ دونوں ساتھی ہیں۔ ساری مذہبی کہانیوں میں ایک ہی کہانی ہے، باغِ جنت کی عورت کی، ڈسنے والی خوب صورتی کی، اور سانپ کے پھن کی۔[18]" سانپ، سیب، حقیقی گناہ (original sin)، بن باس کے حوالے جس طرح عیسائی روایت سے آئے ہیں، اس انداز میں قرآنی متن کا حصہ نہیں ہیں۔ آدم کی ٹیڑھی پسلی سے حوا کی تخلیق کے بارے میں حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ ٹیڑھی پسلی سے متعلق حدیث ان تمام محدثین کے پاس ملتی ہے: بخاری، مسلم، ترمذی، احمد بن حنبل اور الدرمی۔ صحیح مسلم میں موجود ایک متن یہ ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِي جَارَهُ وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا۔

ترجمہ:

جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، جب کوئی معاملہ دیکھے تو اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔ اور عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی

میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اس کے اوپر کا حصہ ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی باقی رہ جائے گی اس لئے میں تمہیں عورتوں کے بارے میں اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں[19]

ڈاکٹر رفعت حسن نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

> As far as their content ("matn") is concerned, it is obviously in opposition to the Quranic accounts about human creation. Since, all Muslim scholars agree on the principle that any hadith which is in contradiction to the Quran cannot be accepted as authentic, the above -mentioned "ahadīth" ought to be rejected on material grounds. However, they still continue to be a part of the Islamic tradition. This is due certainly, in significant measure, to the fact that they are included in the Hadith collections by Muhammad ibn Ismail al -Bukhari (810-70) and Muslim bin al-Hallaj (817-75), collectively known as the Sahihan (from "sahīh" meaning sound or authentic) which "form an almost unassailable authority, subject indeed to criticisms in details, yet deriving an indestructible influence from the "ijma'" or general consent of the community in custom and belief, which it is their function to authenticate". But, the continuing popularity of these "ahadīth" amongst Muslims in general also indicates that they articulate something deeply embedded in Muslim culture, namely, the belief that women are derivative and secondary in the context of human creation.[20]

سو ڈاکٹر رفعت حسن کے خیال میں یہ متن، انسان کی تخلیق کے بارے میں قرآنی نقطہ نظر سے مطابقت نہیں رکھتا، اس لیے اسے روایت کا حصہ نہیں ہونا چاہیئے یہ صرف اس پدر سری روایتی سوچ کی وجہ سے موجود ہے جہاں مسلمانوں کی روایت اور ثقافت میں عورتوں کو تخلیق میں دوسرے درجے پر ہی ہونا چاہیئے۔ سو اسلامی مذہبی مفکرین آدم اور حوا کے بارے میں پیش کردہ عیسائی مذہبی تشریح کو قبول کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ قرآنی قصے میں وہ تمام پہلو موجود نہیں جہاں جنت سے نکلنے کی ذمہ داری

صرف حوا پر ڈالی جاتی ہے۔ اور ٹیڑھی پسلی کے بارے میں بھی روایتی تشریح کو ہی مستند سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ اسلامی تانیثی مفکرین ان سب باتوں کو پدرسری تشریحات قرار دیتی ہیں۔ اس ثانوی حیثیت میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ایک کی کم تری سے دوسرے کی برتری ثابت کی جائے۔ جیسا کہ جمیلہ ہاشمی نے اپنے ناول تلاشِ بہاراں میں ہی ایک جگہ لکھا، "کائنات کا رنگ یقینا عورت کا مرہونِ منت ہے اور زندگی میں پہلی بار مجھے ان کہانیوں کی سچائی معلوم ہوئی جو مذہب کا پس منظر ہیں۔ جن میں شِو کی عظمت پاربتی، اور آدم کی بڑائی حوا کی وساطت سے ظاہر کی گئی ہے"[21]۔ اسی طرح بانو قدسیہ کے ناول سے یہ اقتباس بھی دیکھا جا سکتا ہے جہاں روایتی تشریح نظر آتی ہے، "جب قرن بیت گئے تو اللہ نے ان کی پسلی نکال کر ان ہی کی ہم صورت۔۔۔ ان ہی کی جنس سے عورت کو جنم دیا۔۔۔ اب تک دوئی آدم کے اندر تھی۔ اب باہر بھی صورت پذیر ہو گئی۔۔۔ اب شیطان کے لیے حضرت آدم کو اللہ سے مایوس کرنا آسان ہو گیا۔ انھوں نے آدم میں تخلیق کی خواہش جگائی، نفس کی چنگاری جلائی۔ اماں حوا کی دوئی سے مدد لے کر حضرت آدم کو شجر ممنوعہ سے کھانے پر مجبور کیا۔[22]"

حاصلِ مطالعہ

اس تحقیق میں پاکستانی ناول نگار خواتین، بانو قدسیہ، جمیلہ ہاشمی اور خدیجہ مستور کے ناولوں کا جائزہ لیا گیا۔ ان ناولوں میں بانو قدسیہ کا ناول حاصل گھاٹ، جمیلہ ہاشمی کا ناول تلاشِ بہاراں اور خدیجہ مستور کا ناول آنگن شامل تھا۔ یہ دیکھا گیا کہ آدم اور حوا کے قرآنی قصے کے مختلف پہلوؤں کو ان خواتین ناول نگاروں نے اگر اپنے ناولوں میں بطور علامت یا استعارہ استعمال کیا ہے، تو انھوں نے اس قصے کو کس تناظر میں دیکھا ہے۔ تفصیلی جائزے کے نتیجہ یہ ہے کہ خواتین ناول نگاروں کے لیے اس قصے کی پدرسری تشریح ہی قابلِ قبول ہے۔ انھوں نے مذہبی متون کی پدرسری تشریح کے کسی رخ کو چیلنج نہیں کیا اور نہ ہی کوئی تانیثی تنقید پیش کی ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اسلامی تانیثی مفکرین کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جنھوں کے پدرسری تشریحات کو چیلنج بھی کیا اور اپنا نظریہ بھی سامنے رکھا۔ ان خواتین میں ڈاکٹر رفعت حسن، آمنہ ودود، فاطمہ مرنیسی، اسماء برلاس سمیت بہت اہم نام موجود ہیں۔ عام طور پر خواتین مصنفین کے کام کے لیے نسائی کام، نسائی اظہار یا نسائی لہجے کی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ نسائی زیادہ تر صورتوں میں، خاص طور پر اس تحقیق میں شامل ناولوں کے حوالے سے، دراصل پدرسری ہی ہے۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ یہی حقیقت دراصل وہ رکاوٹ ہے جو عورتوں کی لکھنے کی مضبوط روایت کو پنپنے نہیں دیتی۔

References

[1] Ambreen Salahuddin, Feminist archetype in fiction by Pakistani women writers. *The Women 13* (2021).

[2] Farzana Anjum, *Pakistani khawateen ki afsana nigari*, MA Thesis, (Lahore: University of the Punjab, 1973).

[3] Syed Javaid Akhtar, *Urdu ki novel nigar khawateen,* (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1997).
[4] Waqar Azeem, *Dastan se afsane tak,* (Lahore: Al-Waqar Publication, 2010).
[5] Waqar Azeem, *Dastan se afsane tak,* (Lahore: Al-Waqar Publication, 2010).
[6] Anwaar Ahmed, *Urdu afsana: Aik sadi ka qissa,* (Faisalabad: Misaal Publishers, 2010).
[7] M. S. Bakhsh, *Pakistani khwateen ka nasri adab meiN kirdar,* (Islamabad: Allama Iqbal open university, 2011).
[8] Khalid Ashraf, *Barr-e-Sagheer meiN Urdu novel,* (Delhi: Kitabi dunya, 2003).
[9] Neelum Farzana, *Urdu ki khwateen novel nigar,* (Lahore: Fiction house, 1992).
[10] Ambreen Salahuddin, *Women's lives and images: Traditional symbolism in Pakistani fiction,* PhD Diss. (Lahore: University of the Punjab, 2017)
[11] Bano Qudsia, *Hasil Ghaat,* (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2003, 336.
[12] Hashmi, 2003, p. 118
[13] Khadija Mastoor, *Aangan,* (Aligarh: Educational book house, 1983), 157-158.
[14] Riffat Hassan, Challenging the stereotypes of fundamentalism: An Islamic feminist perspective, *Muslim World 91(1/2),* (2001), 6.
[15] Muhammad Iqbal, *The reconstruction of religious thought in Islam,* (Lahore: Shaikh Muhammad Ashraf, 1962), 83.
[16] Riffat Hassan, Woman-man Equality in Creation: Interpreting the Qur'an from a Nonpatriarchal Perspective. Muslim Women and Gender Justice. *Routledge, 1* (1992).
[17] Bano Qudsia, *Hasil Ghaat,* (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2003, 143.
[18] Jamila Hashmi, *Talash-e-Baharaan* (Lahore: Sang-e-Meel Publications,2003), 231-232.
[19] Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Riḍā', Bāb al-Waṣiyyah bi al-Nisā',vol. 7, no. 2670, 400
[20] Riffat Hassan, Religious Conservatism: Feminist Theology as a Means of Combating
Injustice Toward Women in Muslim Communities/Culture, *Pakistan Voice* (2006).

[21] Jamila Hashmi, *Talash-e-Baharaan* (Lahore: Sang-e-Meel Publications,2003), 103.
[22] Bano Qudsia, *Hasil Ghaat,* (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2003, 297-298.